﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

راہ سلوک میں کرامت کی حقیقت

ازافادات

حضرت مولانا **پیر ذوالفقار احمد صاحب** نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

فہرست عناوین

شمار	عناوین	صفحہ
۱	سلطان الاذکار	۵۹
۲	حضرت خواجہ عبدالمالکؒ کا حال	۶۰
۳	سالک کے چار قدم	۶۰
۴	ایک سوال	۶۱
۵	سوال	۶۱
۶	شیخ کے اوپر اعتماد	۶۱
۷	عروج اور فنا	۶۲
۸	مستہلکین کون؟	۶۳
۹	راجعین کسے کہتے ہیں	۶۴
۱۰	نسبت قطبیت اور فردیت	۶۵
۱۱	ایک سوال	۶۵
۱۲	عروج کامل ونزول کامل	۶۵
۱۳	نکتہ کی بات	۶۷
۱۴	کرامت کی تعریف	۶۷
۱۵	ناقص وکامل کی چند مثالیں	۶۹
۱۶	کاملین کا عمل	۷۱
۱۷	ایک عجیب واقعہ	۷۲

اللہ اللہ اللہ

اقتبـــــاس

ہمارے بزرگوں نے اسی لئے یہ کہا کہ کرامات اکثر و بیشتر راستے کے راہیوں سے صادر ہوتی ہیں اسی لئے کرامات فضیلت کا معیار نہیں، بلکہ نقص کی علامت ہوتی ہیں۔

لہذا اللہ والے اپنی کرامات کو چھپاتے ہیں جس طرح ہم لوگ اپنے گناہوں کو چھپاتے ہیں، کس لئے چھپاتے ہیں؟ اسلئے کہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاملہ ابھی مکمل نہیں ہوا یہ ہمارا نقص ہے۔

﴿ازافادات﴾

حضرت مولانا پیر

حافظ ذوالفقار احمد صاحب

نقشبندی مجددی زید مجدہ

الحمدلله و کفی وسلام علی عباده الذین اصطفی

امابعد !

اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ☆ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَالَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَاوَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

اللہ رب العزت نے انسان کو چند لطائف سے نوازا ہے جن کی جگہ انسان کے سینے کے اندر ہے یہ وہ جگہیں ہیں جہاں پر انسان ذکر کرنے کے لئے بیٹھے تو تھوڑے عرصے میں اس کو ذکر کا ادراک ہوسکتا ہے۔

اس کی مثال ایسے ہے کہ جیسے ریڈیو ہوتا ہے، تو اس کی اسکرین کے اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے کے اوپر مختلف اسٹیشن کی نشاندہی ہوتی ہیں ایک جگہ سوئی ٹکاؤ تو آپ کو مکہ مکرمہ کی ریڈیو سے قرأت کی آواز آئے گی، تھوڑا آگے چلو تو آپ کو ہوسکتا ہے کسی اور ملک کی آواز سنائی دے، بالکل اسی طرح ہمارے سینے میں پانچ ایسی جگہیں ہیں جہاں سے ریڈیو کی مانند اللہ کے ذکر کی اشاعت ہو رہی ہے لہذا ہم اسکو سن سکتے ہیں اگر ہمیں اپنی سوئی کو اٹکانا آجائے۔

ہمیں یاد ہے ایک مرتبہ کچھ حالات تھے کسی نے کہا کہ بی بی سی کی خبریں سنیں، وہاں بہت سارے علماء تھے لیکن کسی کو پتہ ہی نہیں تھا کہ ریڈیو پر کس جگہ بی بی سی کا پروگرام نشر ہوتا ہے، کوئی سوئی کو اِدھر لے جاتا کوئی اُدھر لے جاتا وہ بھاگتی ہوئی چلی جاتی، پانچ منٹ ان کے اسیمیں لگ گئے قدرتاً ایک بندہ ایسا تھا جو واقف تھا کہتا ہے جی لاؤ میں لگا دیتا ہوں اس نے ریڈیو ہاتھ میں پکڑ کر تھوڑا اسا

سوئی کو گھمایا وہ بولنا شروع ہوگیا، تو میں نے اس وقت بھی اپنے دوستوں کو یہ بات سمجھائی کہ دیکھو جس کی مشق تھی اس نے فوراً اپنی سوئی کو اس جگہ پر پہنچا دیا جہاں آواز آنی شروع ہوگئی، یہی سالک کا کام ہے کہ پانچ لطائف ہیں وہ مشق کے ذریعہ ان جگھوں پر توجہ کی سوئی کو اٹکانا سمجھ لیتا ہے وہ جیسے ہی ذرا توجہ کرتا ہے اس کو اللہ اللہ کی آواز آنی شروع ہوجاتی ہے، عام آدمی چونکہ محنت نہیں کرتا اس کو وہ ذکر کی کیفیت محسوس نہیں ہوتی۔

سلطان الاذکار

ایک ہے کہ دل کا ذکر کرنا ایک ہے پورے وجود کا ذکر کرنا تو یہ عام لوگوں کے لئے بات ہے کہ دل ذکر کرتا ہے سالکین کے لئے نہیں ہے سالکین کے لئے تو یہ ہے کہ جسم کا رواں رواں اللہ رب العزت کا ذکر کرتا ہے، چنانچہ سلطان الاذکار جو سبق ہے مشائخ اس کی نشاندہی سر کے اوپر کرتے ہیں لیکن اس میں پورا بدن انسان کا ذکر کرتا ہے، جب ہمارے حضرتؒ نے یہ سبق دیا تو اس وقت فرمایا کہ تم جسم کے جس عضو کی طرف توجہ کروگے تمہیں ذکر سنائی دے گا ہاں اپنے پوشیدہ اعضاء کی طرف دھیان نہ کرنا یہ ادب کے خلاف ہے، منع فرمادیا، اس ذکر کا عجیب مزہ ہے کہ آپ کو کبھی بازو پھڑکتا محسوس ہوتا ہے، کبھی پیٹھ سے گوشت پھڑکتا محسوس ہوتا ہے کبھی ران کا گوشت پھڑکتا محسوس ہوتا ہے، پورے جسم کے اوپر ذکر کے اثرات ہوتے ہیں، تو گویا سالک کے اوپر ایک ایسا وقت آتا ہے اس کا پورا وجود ذکر کرتا ہے، صرف قلب کی بات نہیں ہے وہ تو ابتداء ہے کمال تو یہ ہے کہ پورا وجود ذکر کررہا ہوتا ہے، رواں رواں ذکر کررہا ہوتا ہے، بلکہ سالکین کو پھر تو اللہ تعالی ایسی نعمت دیدیتے ہیں ایسی بصیرت دیدیتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو ذکر کرتے محسوس کرتا ہے، ہوا ذکر کرتی محسوس ہوتی ہے، دیوار ذکر کرتی محسوس ہوتی ہے، درختوں کے پتے غرض جس چیز کی طرف دھیان دیں وہی ذکر کرتی ہے۔

حضرت خواجہ عبدالمالکؒ کا حال

حضرت خواجہ عبدالمالک صدیقیؒ فرماتے تھے کہ میرے اوپر ایسا وقت آیا کہ میں مٹی سے استنجا نہیں کرسکتا تھا میں مٹی کا ڈھیلا ہاتھ میں اٹھاتا تو وہ ذکر رہا ہوتا تو میں سوچ میں پڑتا کہ میں اس سے کیسے اپنی نجاست کو صاف کروں تو کئی دن میں مٹی استعمال ہی نہیں کرسکا بالآخر اپنے شیخ کی خدمت میں آیا اور رو پڑا حضرت میں تو مٹی استعمال کرنے والی نعمت سے محروم ہوگیا، کہتے ہیں یہ سن کر شیخ مسکرائے اور انکے مسکرانے میں سلبی توجہ تھی اللہ تعالی نے وہ کیفیت مجھ سے دور فرمالی چنانچہ بزرگوں کو مٹی کے ڈھیر بھی ذکر کرتے محسوس ہوتے تھے سبحان اللہ تو یہ چیز سوچنا کہ جی اس طریقہ میں دل ذکر کرے گا یہ تو بہت ہی پرائمری کی بات ہے اس طریقہ میں تو انسان کا وجود بھی خود ذکر کرتا ہے، داخلی طور پر بھی اور خارجی طور پر بھی اس کو کائنات کی ہر چیز ذکر کرتی سنائی دیتی ہے وہ تو ذکر کے باغوں میں رہتا ہے،

سالک کے چار قدم

انسان کا جب قلب جاری ہوتا ہے تو لطیفہ اپنے قلب (مضغہ) سے نکل کر اپنی اصل کی طرف لوٹتا ہے کیوں جاتا ہے اپنی اصل کی طرف اسلئے کہ [كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ] ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے اس کا اوپر جانے کا بعض بزرگوں نے نام رکھ دیا سیر الی اللہ پھر وہ اپنی اصل میں جا کر واصل ہوا اس کو کہہ دیا سیر فی اللہ پھر وہاں سے واپس آیا اس کو کہا سیر من اللہ اور پھر وہ اپنے اسی مضغہ میں واپس آگیا (گھر) میں تو اس کو کہا سیر فی الاشیاء تو یہ سیور اربعہ ہوگئیں اسی کا نام بزرگوں نے عروج، نزول، فنا، اور بقا، یہ چار رکھ دیئے یہ چار قدم ہیں جو ہر بندے کو طے کرنے پڑتے ہیں اپنے لطائف کو منور کرنے کے لئے اس کے بغیر لطائف ذکر نہیں کرپاتے اللہ کے رنگ میں رنگنے کے لئے ان کو اصلی وطن جانا پڑتا ہے تب یہ (صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً) اللہ کے رنگ میں رنگتے ہیں۔

ایک سوال

سیر ایک دفعہ ہوتی ہے یا بار بار ہوتی ہے؟

سیر ایک مرتبہ ہوتی ہے اور اس دوران انسان کو بہت ساری چیزیں کشف سماعی، کشف بصری، کے طور پر ملتی رہتی ہیں یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ ریل کے اوپر لاہور سے کراچی کا سفر کریں تو دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ ڈبے کی کھڑکیاں بند ہوں تو آپ دیکھ تو کچھ نہیں رہے لیکن سفر تو کر رہے ہیں لہذا بند کھڑکیوں کے باوجود کراچی پہنچ جائیں گے، اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کھڑکیاں کھلی ہوتی ہیں، کہیں دریا نظر آتا ہے تو کہیں کھیت نظر آتا ہے کہیں باغ نظر آتا ہے تماشا بھی ہو رہا ہے سفر بھی طے ہو رہا ہے، تو اس سیر کے دوران کئی مرتبہ بعض سالکین کو کشف مل جاتا ہے، جس کو نہیں ملتا اس کو بھی منزل مل جاتی ہے لیکن ایک مرتبہ یہ عروج اور نزول یہ بندہ کے ہر لطیفہ میں مکمل ہوتا ہے اس کے بعد اس کو آنا جانا بار بار کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں رہتا لیکن یہ عروج اور نزول ایک دفعہ ہونے سے ہی کام مکمل ہو جاتا ہے

سوال

سالک کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ کونسی کیفیت ہے؟ سالک کے شیخ کو پتہ چلتا ہے کہ اب اس کے اوپر کونسی کیفیت ہے جب وہ خود صاحب نسبت ہو جاتا ہے پھر اس کو اپنی کیفیت کا خود اندازہ ہو جاتا ہے۔

شیخ کے اوپر اعتماد

ابتداء میں شیخ کے اوپر اعتماد کرے اگر وہ سبق بڑھاتے جا رہے ہیں تو سمجھتا جائے کہ ہاں پچھلے سبق میرے اس سبق کے ضمن میں طے ہوتے جائیں گے ،آگے بڑھتا چلا جائے گا شیخ نے ہی چلانا ہوتا ہے یہ شیخ ہی کی بصیرت ہوتی ہے جو پہچانتی ہے یہ بندہ کس سبق پر ہے کتنا کر رہا ہے نہیں کر رہا، اسی لئے ہمارے

بزرگ فرماتے تھے کہ شیخ کو کوئی بندہ دھوکہ نہیں دے سکتا یہ ایسا راستہ ہے کوئی سمجھے کہ جی میں باتیں بنالوں گا میں آکر اسٹوریاں سنا دوں گا ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ جو مرید ہوتا ہے چار سو بیس تو پیر ہوتا ہے آٹھ سو چالیس ، یہ ایسا راستہ ہے اس میں کوئی دھوکا نہیں دے سکتا، یہ بصیرت کا راستہ ہے بندے کی بات بتاتی ہے، بندے کا اٹھنا بیٹھنا چلنا ہر چیز بتاتی ہے کہ یہ کس اسٹیشن سے بول رہا ہے، یہاں تک بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ خواب سنا رہا ہے خواب کا ایک حصہ سنا رہا ہے باقی حصہ چھپا رہا ہے یہ بصیرت عجیب چیز ہے الحمدللہ اسی لئے ہمارے حضرت ایک عجیب بات کہہ دیا کرتے تھے ایک دن کوئی صاحب آئے ان کا کسی دوسرے کے ساتھ کچھ مسئلہ تھا کوئی تیسرا شخص حضرت کو کہنے لگا کہ حضرت وہ شخص آیا ہے آپ سے بات کرنے کیلئے ،بس حضرت تو جلال میں آگئے فرمانے لگے میں اس پیر پر لعنت بھیجتا ہوں کہ مرید جس کے پاس آئے اور اسے یہ پتہ نہ چلے کہ یہ کس نیت کے ساتھ آیا ہے اللہ تعالی کھول دیتا ہے،

اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ دن میں کئی دفعہ دعا مانگتے ہیں (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) تو یہ دعا اللہ کے یہاں قبول ہوتی ہے، لہذا سیدھا رکھنے کے لئے اللہ تعالی مرید کے بارے میں سب سے زیادہ جو حالات کو کھولتے ہیں وہ شیخ کے اوپر کھولتے ہیں کیوں کہ وہ ذمہ دار ہوتا ہے سیدھا رکھنے کا تو یہ آپ کی اپنی مانگی ہوئی دعا ہوتی ہے کہ آپ شیخ کو دھوکا نہیں دے پاتے ،خود مانگا ہوتا ہے (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) اب گڑبڑ ہو ہی نہیں سکتی اپنی ہی مانگی ہوئی دعا، الحمدللہ کام آجاتی ہے۔

عروج اور فنا

چار سیریں ہم نے اچھی طرح سمجھ لیں سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر من اللہ، سیر فی الاشیاء، اچھا اس میں ایک نکتہ سمجھنے کی چیز ہے کہ انسانوں کی طبیعتیں مختلف

ہیں انسان کی استعدادیں اللہ کی محبت حاصل کرنے میں مختلف ہیں۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

جب ان کو سیر اوپر کی طرف واقع ہوتی ہے تو اس عروج کے اندر کئی مرتبہ انکو ایک جیسا عروج نہیں ہوتا، مثال کے طور پر ایک کمرے میں عروج ہونا تھا تو کسی کو چھ انچ ہوا کسی کو ایک فٹ ہوا، کسی کو دو فٹ ہوا اور کسی کو چھت کے بالکل قریب ہوا، عروج تو سب کو ہوا عروج کے لفظ میں سب پورے لیکن عروج کے اندر آپس میں پھر فرق ہو گیا اسی طرح سالکین کو عروج تو ملتا ہے لیکن لطیفہ کے عروج کا تعلق بندے کے اخلاص اس کے تقوی اس کی محنت اسکی توجہ الی اللہ کے ساتھ ہوتا ہے، جتنی اللہ کے لئے قربانی زیادہ ہوگی اتنا عروج اونچا ہوگا محنت تھوڑی ہوگی تو عروج بھی تھوڑا ہوگا ہوگا مگر۔

اسی طرح فنائیت کی کیفیت کہ فنائیت کی کیفیت آتی ہے سالکین پر مگر بعض کے اوپر یہ کیفیت مہینوں رہتی ہے، ان کو گہری فنا ملتی ہے اور بعض پر چونکہ ان کی محنت تھوڑی ہوتی ہے مجاہدہ تھوڑا ہوتا ہے تو ان کے اوپر یہ کیفیت دو دن کے لئے ایک دن کے لئے دن کے کسی حصہ میں رہتی ہے، چنانچہ آپ محسوس کریں گے اگر آپ اس راستے میں چلتے ہیں کہ کبھی کوئی دن ایسا بھی آیا ہوگا کہ ایک گھنٹہ یا دو گھنٹے چار گھنٹے آپ کے بہت مستی میں گذرے ہوں گے وہ جو مستی کے تھے وہ کسی لطیفہ کے فنا کا وقت تھا جس کو سالک خود نہ سمجھ سکا لیکن وہ فنا کا وقت تھا اور کئی لوگوں پر یہ ذرا لمبا وقت ہوتا ہے مہینوں گذرتے ہیں اس کیفیت میں لوگ اس فنا کی کیفیت میں مدتوں رہتے ہیں۔

مستہلکین کون؟

اب اس میں ایک نکتہ اور سمجھ لیجئے کہ بعض ایسے ہوتے ہیں اللہ کے چاہنے والے کہ جب ان کے لطیفے کو فنا ملتی ہے تو پھر ان کا لطیفہ فنا ہی میں گم ہو جاتا ہے

نزول ہی نہیں ہوتا ایسے بندے کو مستہلکین کہا جاتا ہے ان پر اللہ کی محبت کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ بس وہ اللہ کی محبت میں مدہوش ہی ہو جاتے ہیں، ان کو پھر کسی کوئی غرض نہیں ہوتی بس اپنی انفرادی نماز پڑھ رہے ہیں، انفرادی تلاوت کر رہے ہیں، گم ہیں اللہ کی عبادت میں، ان کے اوپر ایسی کیفیت ہوتی ہے

نہ غرض کسی سے نہ واسطہ
مجھے کام اپنے ہی کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے
تیرے راز سے تیرے نام سے

لگے ہوتے ہیں اللہ کی یاد میں ایسے سالکین کم ہوتے ہیں یہ زیادہ نہیں ہوتے جو محبت الٰہی میں اس قدر مستغرق ہو جاتے ہیں، تو ان کو مشائخ نے مستھلکین کہا، کہ ان کا لطیفہ اوپر گیا اصل سے واصل ہوا چمٹ گیا وہیں ہے اسی میں ہی سیر ہو رہی ہے فنافی اللہ کی کیفیت ہے چنانچہ ان کو مستھلکین کہا۔

راجعین کسے کہتے ہیں؟

اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ جو فنا کی کیفیت سے مالا مال ہو کر واپس آتے ہیں اور اس جہان میں لوٹ آتے ہیں یہ جو لوٹ آتے ہیں ان کو راجعین کہا جاتا ہے تو دو طرح کے سالک ہوتے ہیں، کچھ ہوتے ہیں مستھلکین اور کچھ ہوتے ہیں راجعین۔

جو راجعین ہوتے ہیں وہ چونکہ اس دنیا میں واپس لوٹتے ہیں وہ شریعت کے پابند ہوتے ہیں ان کا ظاہر استقامت کے ساتھ شریعت کے اوپر عمل کر رہا ہوتا ہے اور جو مستھلکین ہوتے ہیں وہ مغلوب الحال ہوتے ہیں شریعت کی پابندی وہ بھی کرتے ہیں ایسا نہیں کہ خلاف شرع کام کرتے ہیں لیکن مغلوب الحال ہوتے ہیں، نہ دعوت کا کام نہ امر بالمعروف نہ نہی عن المنکر واسطہ ہی نہیں کسی سے بس

مست بیٹھے ہوتے ہیں، اپنی تار جڑی ہوئی ہوتی ہے۔

نسبت قطبیت اور فردیت

راجعین صاحب استقامت ہوتے ہیں، شریعت پر چلنے والے، دعوت کا کام کرنے والے، اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلق رکھنے والے، ان میں قطبیت کی نسبت چلتی ہے، ''انمیں قطب ارشاد'' ہوتے ہیں، لہذا اللہ تعالی بندوں کی ہدایت کا کام انبیاء کے جانشین کے طور پر ان سے لیتے ہیں جو راجعین ہوتے ہیں۔

اور جو مستھلکین ہوتے ہیں وہ بس اللہ کی محبت میں گم ہوتے ہیں وہ فردیت کی لائن کہلاتی ہے۔

جو قطبیت کی لائن ہے ان کے بڑے کو قطب کہتے ہیں اور جو فردیت کی لائن ہے اسکے بڑے کو فرد کہتے ہیں۔

ایک سوال

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ افضل کون؟ فرد افضل ہے یا قطب افضل ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ

فضیلت ''قطب'' کے لئے اور شرافت ''فرد'' کے لئے ہے، فضیلت قطب کو حاصل حالانکہ فرد ہر وقت اللہ کی یاد میں سیر کر رہا ہے وہ زیادہ قریب ہے قرآن مجید میں اللہ فرماتے ہیں ﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً﴾ اللہ نے مجاھدین کو قاعدین کے اوپر فضیلت عطا کی جو وہاں مستغرق ہو گئے یہ قاعدین اور جو لوٹ کر آئے نفس کے ساتھ مقابلہ کر کے شریعت کے اوپر چل کر زندگی گذار رہے ہیں یہ مجاھدین۔

تو فضیلت راجعین کے لئے ہے اور شرافت فرد کے لئے ہے۔

عروج کامل و نزول کامل

ہر سالک کے عروج اور نزول کے اندر تفاوت ہوتا ہے، لیکن ایک اصول ہے

کہ جتنا عروج کامل ہوگا اتنا ہی نزول کامل ہوگا یہ طے شدہ اصول ہے، جس کا عروج کم ہوگا اس کا نزول بھی کم ہوگا، اسلئے یہ جو کہتے ہیں کہ لطائف پر محنت کرو اور ڈٹ کر بیٹھو اور جم کر وقت لگاؤ وہ اسی لئے شیخ کہہ رہا ہوتا ہے کہ بھئی آپ کے لطیفہ کو عروج زیادہ ہو اسلئے کہ جتنا عروج زیادہ اتنی معرفت زیادہ کھلتی جاتی ہے، مثلاً جس کا عروج تھوڑا ہوا فرض کرو اس پر سو پوئنٹ معرفت کے کھلے، جس کا تھوڑا زیادہ ہوگا اس پر ایک سو پندرہ کھلے، تو جتنا عروج اونچا ہوتا جائے گا اللہ کی معرفت زیادہ کھلتی جائے گی، لہذا مشائخ یہ چاہتے ہیں کہ عروج میں کامل ہونا چاہئے جو بندہ عروج میں اگر کامل تو نزول میں بھی کامل ہوگا۔

یہ نزول اتنا کامل ہوجاتا ہے کہ دیکھنے میں ظاہراً ایک عام آدمی اور ایسے شیخ کے اندر کوئی فرق نظر نہیں آتا بالکل ایک جیسے نظر آتے ہیں کیوں؟ نزول کامل کی وجہ سے، جیسے ایک عام آدمی اسباب کے تحت زندگی گذار رہا ہے یہ بھی اسباب کے تحت زندگی گذار رہے ہیں، مگر ایک عام آدمی میں اور اِس سالک میں فرق یہ ہے کہ اُس عام آدمی کے کام نفس کی رضا کے لئے ہوتے ہیں اور اِس سالک کے کام اللہ کی رضا کے لئے ہوتے ہیں، حالاں کہ بظاہر دونوں کی زندگی عام بندے کی طرح ہوتی ہے، اسی لئے تو کفار کو پریشانی ہوتی تھی، کہتے تھے [مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ] یہ کیسے رسول ہیں کھانا کھاتے ہیں بازاروں میں چلتے ہیں یعنی ظاہری زندگی ایسی عام بندے جیسی تھی حتی کہ آپ ﷺ بیٹھے ہوتے تھے اپنے پیاروں کے ساتھ اور باہر سے آنے والا نو وارد بندہ پوچھتا تھا مَنْ مِّنْكُمْ مُحَمَّدًا ؟ سوچئے کتنا نزول کامل ہوگا انتہا ہے نزول کے کامل ہونے کی، کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تھا، سبحان اللہ! یہ کمال ہے کہ ظاہر ایسا ہو کہ کوئی پہچان ہی نہ سکے اور باطن میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

نکتہ کی بات

اب ایک اہم نکتہ جس کو عام سمجھنا ذرا مشکل ہوتا ہے، لیکن اب اس پس منظر کے ساتھ سمجھنا بہت آسان ہے، بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جب ان کے لطیفہ کو عروج ہوتا ہے تو نزول کے وقت انکا نزول کامل نہیں ہوتا وہ عالم امر ہی میں کسی جگہ رک جاتے ہیں، عالم خلق میں نہیں آتے جن مشائخ کے لطائف عالم امر میں رک جاتے ہیں اکثر و بیشتر ان مشائخ سے کرامات زیادہ صادر ہوتی ہیں، کیا وجہ؟ اسلئے کہ لطیفہ عالم امر میں ہے اور عالم امر میں ساری توجہ اللہ کی طرف ہوتی ہے اسباب کی طرف سے توجہ ہٹی ہوئی ہوتی ہے، تو جب اسباب پر توجہ ہی نہیں ہوگی بلکہ مسبب الاسباب ہی پر ہوگی تو پھر ہر کام میں کرامت تو ظاہر ہوگی ہی، [اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبدِیُ بِیُ] اللہ فرماتے ہیں میں تو گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں چوں کہ انکی نظر ہی مخلوق سے ہٹی ہوتی ہے، صرف خالق پر ہوتی ہے لہذا ہر معاملہ میں خوارقِ عادات ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔

کرامت کی تعریف

خوارق عادات یعنی عادت کے خلاف کوئی کام ہونا جس کو کرامت کہتے ہیں
یہ کرامات دو طرح کے لوگوں سے صادر ہوتی ہیں،

(۱)......کاملین سے

(۲)......راہ سلوک کے ناقصین سے

اللہ تعالی اسلئے کاملین سے صادر کرواتے ہیں تا کہ مخلوق انکی طرف رجوع کرے اور وہ دین کا کام کریں ان کا فیض پھیلے، جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زندگی میں کرامات ہی کرامات نظر آتی ہیں، اسی طرح بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ کی زندگی بھی کرامات سے بھرپور نظر آتی ہے، تو ایسے حضرات جو کاملین تھے ان سے کرامات صادر ہوئیں ان کا منشا کیا تھا؟ تا کہ لوگوں کا رجوع ہو اور وہ اللہ کے

بندوں کو ہدایت کی لائن پر لائیں اسی لئے ایک سفر کرتے تھے اور لاکھوں لوگ ان سے کلمہ پڑھ لیا کرتے تھے، لوگوں کا ان کی طرف ایسا رجوع تھا، تو اللہ تعالی ان کے ہاتھ پر ایسے کام کروا دیتے ہیں اگر چہ انکا نزول کامل ہوتا ہے، مگر اللہ ان کے ہاتھوں ایسے کام کروا دیتے ہیں۔

اور کئی مرتبہ یہ کرامات ایسے سالکین سے صادر ہوتی ہیں جن کا نزول کامل نہیں ہوتا، ان کا لطیفہ عالم امر ہی میں اٹکا ہوتا ہے، ان سے کیوں صادر ہوتی ہیں؟ اسلئے کہ اس کی توجہ مخلوق کی طرف ہے ہی نہیں جس بندے کی توجہ ہی اللہ کی طرف ہے وہ تو پھر اسباب کی بجائے مسبب الاسباب کو دیکھے گا لہذا کرامات بھی اس سے صادر ہوں گی۔

......☆ جنید بغدادیؒ کے ایک مرید تھے ابوالحسن نوریؒ، دریا میں سفر کر رہے تھے، وہاں کچھ ماہی گیر دریا میں جال ڈال رہے تھے مچھلی پکڑنے کے لئے، اب وہ جال ڈالتے اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پکڑتے ابوالحسن نوری کو ذرا جوش آیا کہنے لگے لاؤ میں تمہارے لئے جال ڈالوں، چنانچہ انہوں نے جال ڈالا تو تقریباً ڈھائی من کی مچھلی جال میں آئی، کہنے لگے کیا سارا دن چھوٹی چھوٹی مچھلی پکڑنے میں لگے تھے، یہ لو اس کو لے جاؤ، اب یہ بات کسی نے حضرت جنید بغدادیؒ کو بتلا دی کہ جی ماہی گیر چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پکڑ رہے تھے ابوالحسن نوری جوش میں آ گئے اور کہا لاؤ میں جال ڈالتا ہوں اور انہوں نے ایک بڑی مچھلی پکڑی جو خلاف معمول بڑی تھی، یہ سن کر جنید بغداریؒ نے افسوس کیا اور یہ کہلوایا ابوالحسن نوری کاش کہ تم جال ڈالتے اور تمہارے جال میں کوئی سانپ آتا جو تمہیں ڈس لیتا یہ بہتر تھا کسی مچھلی کے آنے سے۔

ہمارے بزرگوں نے اسی لئے یہ کہا کہ کرامات اکثر و بیشتر راستے کے راہیوں سے صادر ہوتی ہیں اسی لئے کرامات فضیلت کا معیار نہیں، بلکہ نقص کی علامت ہوتی ہیں، لہذا اللہ والے اپنی کرامات کو چھپاتے ہیں جس طرح ہم لوگ اپنے

گناہوں کو چھپاتے ہیں، کس لئے چھپاتے ہیں؟ اسلئے کہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارا معاملہ ابھی مکمل نہیں ہوا یہ ہمارا نقص ہے۔

ناقص وکامل کی چند مثالیں

......(۱) ایک واقعہ سناتا ہوں تاکہ بات ذرا سمجھ میں آجائے حسن بصریؒ شیخ ہیں اور ان کے مرید حبیب عجمی ہیں، شیخ عالم ہیں، کامل ہیں، ان کا نزول کامل ہو چکا ہے، شریعت کے مطابق سو فیصد زندگی ہے، عارف باللہ ہیں بڑے قدر و منزلت والے ہیں،

اور حبیب عجمی اس راستے کے راہی ہیں ان کا نزول کامل نہیں ہوا لطیفہ عالم امر میں ہی اٹک گیا ہے، اب حبیب عجمی کی نظر مسبب الاسباب پر ہے، اسباب کی طرف ہے ہی نہیں اور پیر صاحب کی نظر اسباب پر ہے اسلئے کہ عالم اسباب میں زندگی گذار رہے ہیں، ا

ایک بار حسن بصریؒ دریا کے کنارے کھڑے تھے کشتی کے انتظار میں حبیب عجمی آئے سلام کیا، پوچھا حضرت کیا حال ہے؟ بات چیت کی، اس کے بعد پوچھا حضرت کیسے کھڑے ہوئے ہیں؟ فرمایا بھئی کشتی کے انتظار میں ہوں، کشتی آئے گی تو دریا پار کروں گا، کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد حبیب عجمی نے کہا کہ حضرت مجھے ذرا جلدی جانا ہے میں جاتا ہوں یہ کہ کر حبیب عجمی نے پانی پر چلنا شروع کیا، شیخ کی آنکھوں کے سامنے یہاں تک کہ دریا پار کر گئے۔

اب اس واقعہ میں دیکھئے حبیب عجمی شاگرد ہیں پانی پر چل رہے، کیوں؟ ناقص ہیں، اور پیر صاحب کشتی کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں کیوں؟ کامل ہیں اسباب کے پابند تھے۔

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے اس دنیا میں اسباب کی پابندی کریں میں نے ایک نظام بنایا ہے نظام کے مطابق چلیں۔

......(۲) حسن بصریؒ جا رہے تھے اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ حبیب عجمی اپنی صدری ایک جگہ ڈال کر کہیں چلے گئے اب وہ پڑی ہوئی ہے اور حضرت بڑے حیران ہیں کہ یہ دیوانہ اس کو پھینک کر کہاں چلا گیا؟ کوئی اٹھا کر نہ لے جائے لہذا وہاں کھڑے انتظار کرتے رہے کہ کہیں سے آجائے، کچھ دیر بعد حبیب عجمی بھی آگئے تو شیخ نے کہا حبیب یہ کس کے حوالے کر کے گئے تھے؟ کہتے ہیں حضرت اسی کے حوالے جس نے آپ کو حفاظت کے لئے کھڑا فرمادیا، اب دیکھئے کامل کون ہے؟ شیخ ہیں، مگر ظاہر کے حالات کیا بتا رہے ہیں کہ اللہ کی طرف نظر کس کی ہے؟ حبیب عجمی کی ہے، مگر ناقص ہیں، راستے کے راہی ہیں، ابھی ان کا سلوک پورا نہیں ہوا۔

......(۳) حسن بصریؒ کے پیچھے پولس لگ گئی، حسن بصریؒ بھاگے، پولس اسلئے لگی کہ لوگ ان کو قاضی بنانا چاہتے تھے اور وہ اس کو سر دردی سمجھتے تھے کہ ہم نے دعوت کا کام کرنا ہے لوگوں کی اصلاح کا کام کرنا ہے ان سرکاری کھاتوں میں پھنس گئے تو ہم تو حکام ہی کی ہر وقت جی حضوری کرتے پھریں گے، اور ہمارے اکابر ایسی چیزوں سے دور بھاگتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ [مَنْ قُلِّدَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ] جس کو قاضی بنا دیا گیا اس کو تو بغیر چھری کے ہی ذبح کر دیا گیا، لہذا حسن بصری کے گھر پولس آگئی جی آپ ہمارے ساتھ چلیں، وہ وہاں سے بھاگ نکلے حبیب عجمی کے گھر آئے اور فرمایا حبیب عجمی، پولس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے میں تمہارے کمرے میں چھپتا ہوں خبردار تم میرے بارے میں کسی کو مت بتانا، کہنے لگے جی بہت اچھا، اب تھوڑی دیر میں پولس آگئی پوچھا حبیب عجمی، حسن بصری کو دیکھا ہے؟ کہنے لگے ہاں میرے کمرے میں ہیں، پولس اندر گئی اب وہ سارے کمرے میں دیکھ رہی ہے ان کو حسن بصری نظر ہی نہیں آتے ایک پولس والا آیا اور آکر کہنے لگا تم ہمارے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ کہنے لگے میرے سامنے گئے ہیں تمہیں نظر نہیں آتے تو میں کیا کروں؟ وہ چلے گئے، تھوڑی

دیر کے بعد حسن بصریؒ باہر نکلے فرمایا او حبیب تم نے پولس کو کہہ دیا تھا کہ کمرے میں گئے ہیں، عرض کیا حضرت کہہ تو دیا تھا لیکن انہوں نے کونسا آپ کو دیکھ لیا، دیکھئے ان کی اللہ کے اوپر نظر تھی کہ میرا مالک ان کی حفاظت کرے گا، تو ظاہر میں دیکھو تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ شیخ ناقص ہے اور مرید کامل ہے، لیکن حقیقتِ حال کیا ہے؟ شیخ کامل ہے اور مرید ناقص ہے، وہ راستے کا راہی ہے، اسی لئے ہمارے بزرگوں نے فرمایا اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ استقامت کو دیکھو، یہ معیار ہے اب ویسے اگر عربی کا میں فقرہ پڑھ کر سنا دیتا الاستقامۃ فوق الکرامۃ تو بات سمجھ میں نہیں آتی۔

تو کرامت کاملین سے بھی صادر ہوسکتی ہے کرامت راستے کے راہیوں سے بھی صادر ہوسکتی ہے، اسلئے کرامت کوئی فضیلت کا معیار نہیں فضیلت کا معیار تو استقامت ہے۔

کاملین کا عمل

اب ایک نکتہ اور عرض کروں چونکہ صحابہ کرام کا سلوک مکمل تھا نبی علیہ السلام کی صحبت بابرکت پانے کی وجہ سے ان کا نزول بھی مکمل تھا، لہذا حکایتِ صحابہ کو پڑھ کر دیکھیں تو صحابہ کی کرامتیں تھوڑی نظر آئیں گی اور تذکرۃ الاولیاء پڑھ کر دیکھیں اولیاء کی کرامتیں ڈھیر ساری نظر آئیں گی، یہ فرق اسی لئے ہوا کہ صحابہ کامل تھے انہوں نے استقامت کے ساتھ اسباب کی زندگی گذاری۔

چنانچہ نبی علیہ السلام میدان احد کے لئے تیار ہو رہے ہیں لوگ ایک ایک زرہ پہن رہے ہیں، اللہ کے نبی دو زرہ پہن رہے ہیں، سبحان اللہ، نزول کامل تھا، اسباب کی اتنی پابندی تھی اللہ کے بنے ہوئے نظام کا اتنا احترام تھا کہ تم لوگ ایک پہن لو میں دو پہنتا ہوں، اسلئے جو کاملین ہوتے ہیں ہمیشہ ظاہر میں اسباب کے تحت زندگی گذارتے ہیں اور اس وجہ سے پھر عام بندے ان کو پہچان نہیں پاتے وہ گم ہوتے

ہیں لوگوں میں، پاس بیٹھ کر ایسا لگتا ہے جیسے کوئی عام سے آدمی ہیں وہ نہیں اندازہ لگا سکتے کہ ان کے باطن میں ایک لمحہ بھی غفلت نہیں آتی، یہ ہے فضیلت کا معیار۔

ایک عجیب واقعہ

ایک بزرگ تھے بابو جی عبداللہؒ مستجاب الدعوات تھے ہم نے خود تجربہ کیا آنکھوں سے خود مشاہدہ کیا ہم گواہ ہیں اسکے کہ وہ جو دعا مانگتے تھے کسی کے لئے وہ شرف قبول پاتی تھی، نبی علیہ السلام کی زیارت کے لئے دعا مانگتے تھے تو تین دن کے اندر اندر بندے کو زیارت ہو جاتی تھی، یہ ہم نے متعدد بار آزمایا ایک بار دو بار نہیں سینکڑوں بار آزمایا اور ہزاروں لوگوں نے آزمایا تھا، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک بار اپنے گھر پر اکیلا تھا اور رات کو لائٹ چلی گئی تہجد میں اٹھنا تھا فرمانے لگے کہ رات کو بجلی چلی گئی میں بستر پر اٹھ بیٹھا اور میں نے دعا مانگی اے میرے آقا مجھے اپنے سامنے تہجد میں سجدہ کرنے کی نعمت سے محروم نہ فرما، روشنی ہے نہیں میں بیت الخلاء کیسے جاؤں؟ میں وضو کیسے کروں؟ روشنی چاہیے، تو کہنے لگے میں نے دعا مانگی تو تھوڑی دیر کے بعد روشنی آگئی میں سمجھا کہ پیچھے سے لائٹ آگئی، مگر ہوا یہ تھا کہ بارش تھی آندھی تھی پیچھے لائٹ کے کھمبے ہی گر گئے تھے تو لائن ٹوٹی ہوئی تھی، فرماتے ہیں ایک دن اور ایک رات میں اس لائٹ کی روشنی میں گھر کے اندر رہا ایک دن رات گزرنے کے بعد الہام ہوا ”یہ اسباب کا عالم ہے اسباب کی پابندی ہم پسند کرتے ہیں“ کہتے ہیں پھر میں نے کسی کو بلا کر معاملہ دیکھنے بھیجا اس نے کہا جی پیچھے تار ٹوٹی ہوئی ہے تب میں نے تار جڑوائی اور تب میرے گھر کی لائٹ آئی، فرمایا ”ہم نے نظام بنایا نظام کے تحت زندگی گذارنا ہم پسند کرتے ہیں“ تو اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ.

اللہ رب العزت ہمیں بھی صاحب استقامت بنائے آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین